Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 03, July - September 2025, **PP**: 17-29
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

اولاد کی تعلیم وتربیت کے اسلامی اصول اور والدین کا کردار: قرآنی تعلیمات کا مطالعہ

Islamic Principles of Child Education and Upbringing and the Role of Parents: Study of Qur'ānic Teachings

1. Naimat Ullah Khan naimatmphil@gmail.com	*PhD Scholar,* *Department of Qur'ānic Studies,* *The Islamia University of Bahawalpur.*
2. Dr. Hafiz Iftikhar Ahmad iftikhar.ahmad@iub.edu.pk	*Professor,* *Department of Qur'ānic Studies,* *The Islamia University of Bahawalpur.*

How to Cite: Naimat Ullah Khan and Dr. Hafiz Iftikhar Ahmad. 2025: "Islamic Principles of Child Education and Upbringing and the Role of Parents: Study of Qur'ānic Teachings". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (03): 17-29.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
18-07-2025	22-08-2025	30-08-2025

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

اولاد کی تعلیم وتربیت کے اسلامی اصول اور والدین کا کردار: قرآنی تعلیمات کا مطالعہ

Islamic Principles of Child Education and Upbringing and the Role of Parents: Study of Qur'ānic Teachings

1. **Naimat Ullah Khan**
   PhD Scholar, Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
   naimatmphil@gmail.com

2. **Dr. Hafiz Iftikhar Ahmad**
   Professor, Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
   iftikhar.ahmad@iub.edu.pk

Abstract

The upbringing and character formation of children constitute a fundamental and comprehensive aspect of human life that has always been accorded exceptional significance across all eras. In the contemporary age, social evolution, intellectual and scientific advancements, and the overwhelming influence of technology have rendered the responsibilities of parents, teachers, and society more delicate and complex. This paper is in the light of the teachings of the Holy Qur'ān and the Prophet's Sunnah (ﷺ), elucidates the principles of balanced personality development and character building of children. It particularly highlights the pivotal role of parents and social institutions in nurturing the intellectual, moral, and spiritual growth of future generations. The responsibility of parents is not confined merely to the fulfillment of material needs; rather, the holistic upbringing of faith, morality, and intellect is also an indispensable part of their duties. Islamic teachings emphasize that the formation of a child's personality is unattainable without the integration of love, wisdom, and discipline. Parents, through their words and actions, serve as the primary role models, while educational institutions and society provide a supportive environment for the child's moral and intellectual development. By harmonizing Islamic teachings with the demands of the modern era, a balanced and practical framework can be devised to guide the development of a moderate, cultured, and morally upright generation. It is, therefore, the mutual and balanced contribution of parents, teachers, and society that ensures the successful and effective upbringing of future generations in accordance with the Qur'ān and Sunnah.

Keywords: *Human Life, Character Formation, Upbringing, Parenting, Qur'ān, Sunnah.*

تمہید

انسانی زندگی میں خاندان کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور خاندان کی بقا و کامیابی کا انحصار والدین کی صحیح تربیت اور رہنمائی پر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو نہ صرف جسمانی ساخت میں مختلف بنایا ہے بلکہ ان کی سوچ اور نفسیات کو بھی ایک دوسرے سے جدا رکھا ہے۔ اسی لیے ضروری ہے کہ والدین اپنی اولاد کی پرورش کرتے وقت ان کے فطری میلان اور صنفی رجحان کو پیش نظر رکھیں اور انہیں ایسا ماحول فراہم کریں جو ان کی شخصیت سازی میں مثبت کردار ادا کرے۔ سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ بچوں کی تربیت اسلامی طور طریقوں کے مطابق کی جائے۔ ایک مسلمان گھرانے میں پرورش پانے والے بچے اگر دینی ماحول دیکھیں تو وہ آغاز ہی سے اسلامی اقدار کے رنگ میں ڈھلنے لگتے ہیں۔ تاہم، قرآن وسنت کی تعلیمات میں کچھ ایسے بنیادی اصول بھی بیان ہوئے ہیں جنہیں سامنے رکھ کر والدین

اپنی اولاد کی تربیت کو مزید مضبوط اور اسلامی بنیادوں پر استوار کر سکتے ہیں۔ زیر نظر مقالہ میں انہی اصولوں کو قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ والدین اپنی ذمہ داری کو صحیح معنوں میں ادا کر سکیں اور نئی نسل کو حقیقی اسلامی تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا جا سکے۔

اوّل: عبادت الٰہی کی طرف رغبت

اولاد کی تربیت میں بنیادی عمل ان کی معاملاتِ زندگی میں اصلاح کرنا ہے اور اس اصلاح کی بنیاد عبادت الٰہی سے کی جانی چاہیے۔ مسلمان ہونے کے ناطے عبادت الٰہی فرض ہے۔ اگر اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو وہاں بھی ہمیں سختی سے حکم ملتا ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی عبادت خود بھی کریں اور بچوں کو بھی عبادت کی طرف راغب کریں۔ حدیث مبارکہ ہے:

> مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ سِنِينَ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ۔[1]
>
> اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوں، نہ پڑھنے پر انہیں مارو جب وہ دس کے ہوں اور ان کے بستر الگ کر دو۔

سرپرست بچوں کو ابتداء عمر سے ہی عبادت کا شوق دلوائیں تاکہ جب بچے سنِ شعور کو مقرر کردہ عمر کی حد کو پہنچیں تو عبادت کی طرف راغب ہو جائیں۔ عبادات کی طرف رغبت دلوانا سرپرست کی ذمہ داری ہے۔ اگر بچے بار بار کہنے کے باوجود بھی نماز نہ پڑھیں اور مقرر کردہ حد سے عمر تجاوز کر جائے تو انہیں سزا دیں اور بستر الگ کریں۔ بچوں کو نماز کی طرف توجہ دلوانے کے لیے صرف یہ ہی ضروری نہیں کہ انہیں کہا جائے کہ نماز پڑھ لیں یا قرآن مجید کی تلاوت کر لیں بلکہ اس میں یہ سب سے اہم ہے کہ ہم عملی طور پر ان کے سامنے وہ کام انجام دیں جیسے کی وضو کرنا اور مسجد میں جانا ہے۔ جب والدین خود عملی طور پر عبادات کی ادائیگی کریں گے تو ہی اولاد ان کے نقش قدم پر چلے گی۔ اسی مناسبت سے مفتی محمد ریاض لکھتے ہیں:

> بچوں کے سامنے وضو کیا جائے اور نماز پڑھنے کے لیے مسجد ساتھ لے جایا جائے۔ انہیں ایسی کتاب کے ذریعہ ترغیب دی جائے جس میں نماز کی کیفیات مذکور ہوں تاکہ گھر والے (بچے) نماز کے احکام سیکھ لیں اور یہ مقصد استاد اور والدین کے علاوہ کوئی پورا نہیں کر سکتا۔[2]

دین اسلام ہمیں کسی بھی لمحہ راہنمائی سے محروم نہیں رکھتا۔ والدین بچے کا عبادت الٰہی کے ساتھ تعلق بناتے ہیں۔ جب بچہ تھوڑا سا شعور حاصل کرتا ہے تو اسے عبادت الٰہی کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے اور سختی نہیں کی جاتی لیکن جب وہ اس مقام پہ پہنچتا ہے کہ اس سے سختی سے پیش آیا جائے تو پھر زبردستی بھی کرائی جاتی ہے اور اس میں سزا کا عمل بھی ہے۔

دوم: اولاد کے مابین مساوات

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں اولاد کے ساتھ حسنِ سلوک اور برابری کا حکم دیتے ہیں۔ اس معاملہ میں بیٹی یا بیٹے کے ساتھ کسی قسم کا فرق اور کمی یا زیادتی کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ مساوی حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں بیٹی کا پیدا ہونا آج بھی زمانہ جاہلیت کی طرح ہے۔ انسان کا کام کوشش اور حصول اولاد کے لیے دعا کرنے کا حکم ہے جبکہ ان کی جنس کا تعین خدا تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ جب بیٹی کی پیدائش ہوتی ہے تو والدین کے ساتھ افسوس کیا جاتا ہے کہ بیٹی پیدا ہوئی بیٹا پیدا نہیں ہوا۔ بیٹیوں کی پیدائش سے متعلق جو زمانہ جاہلیت کے افراد کا ردعمل ہوتا تھا اس کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُه مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۔[3]

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی بشارت ملتی ہے تو اس کا چہرہ غصہ سے سیاہ پڑ جاتا ہے۔

قرآن قبل از اسلام بیٹی کی پیدائش پر تاثرات یوں بیان کرتا ہے کہ جب کسی کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی تو اس گھر افسوس کیا جاتا اور جن کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی تھی ان کے چہروں کے رنگ سیاہ پڑ جاتے تھے۔ اگر موجودہ دور کے ساتھ اس بات کا موازنہ کیا جائے تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ بیٹے کی پیدائش پر جشن منایا جاتا ہے اور بیٹی کی پیدائش پر غمگین ہو جاتے ہیں۔ اگر بیٹوں کو بیٹیوں کے مقابلہ میں زیادہ ترجیح دی جائے تو دین اسلام اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہے کیونکہ اگر ایسا کیا جائے تو وہ معاملہ زمانہ جاہلیت کے مترادف ہو گا۔ اللہ تعالیٰ خود تقسیم کار ہے وہ رزق کی طرح اولاد کی تقسیم بھی کرتا ہے۔ اولاد کی تقسیم اور جنس کے حوالہ سے قرآن مجید میں یوں بیان آیا ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۔ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۚ اِنَّه عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۔[4]

اللہ کے لیے ہی ہے زمین وآسمان کی بادشاہی، جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے، یا دونوں سے ملے جلے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ رکھتا ہے۔ بیشک وہ جاننے والا قدرت والا ہے۔

ان آیات میں خدا تعالیٰ اس بات کا برملا اظہار کر رہا ہے کہ میں ہی اس بات پر قادر ہوں کہ جسے چاہتا ہوں بیٹے دیتا ہوں اور جسے چاہتا ہوں بیٹیاں عطا کرتا ہوں، جسے چاہتا ہوں دونوں عطا کرتا ہوں اور کسی کو بے اولاد رکھ کر آزماتا ہوں۔

سوم: والدین کا اولاد سے حسن وسلوک

بچوں کے ساتھ محبت کرنے اور ان سے مہربانی کے ساتھ پیش آنے کو انسانی فطرت کا ایک خاص حصہ بنایا گیا ہے۔ والدین سے زیادہ کوئی بھی بچوں کی دیکھ بھال اور محبت وشفقت سے پیش نہیں آسکتا اس لیے اللہ نے والدین کو معلم اوّل بنایا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اولاد کے ساتھ اچھا رویہ رکھیں تاکہ اولاد اپنے والدین کو ہی سب کچھ مان کر اپنے مسائل بیان کر سکیں اور بری صحبتوں سے بچ سکیں۔ حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے بچوں کے ساتھ نرم رویہ کو یوں بیان کیا گیا ہے:

حَدَّثَنَا ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ مَرَّ بِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا أَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاخْتَبَأْتُ مِنْهُ خَلْفَ بَابٍ فَدَعَانِي فَحَطَأَنِي حَطْأَةً ثُمَّ بَعَثَ بِي إِلَى مُعَاوِيَةَ ۔[5]

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے جبکہ میں لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ تو میں آپ ﷺ سے چھپ کر ایک دروازے کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ آپ ﷺ میرے پاس آئے اور مجھے ایک ہلکی سی چپت ماری یا فرمایا: مجھے ذرا سرزنش کی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "جاؤ! معاویہ کو بلالاؤ۔

حدیث مبارکہ سے یہ درس ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اصحابؓ کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور انہیں اولاد کے ساتھ حسن و سلوک کا درس دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کو بچوں کے ساتھ کھیل میں مصروف دیکھا تو خود بھی اس کھیل کا حصہ بنے اور اس کے بعد انہیں وہ کام سونپا جس کے لیے انہیں بلانا مقصود تھا۔ آپ ﷺ نے مصروفیت کو دیکھ کر سیدھا کام کے لیے نہیں بھیج دیا بلکہ اس کھیل کا حصہ بنے اور اس کے بعد اپنے کام کی طرف آئے۔ یہ بھی عمدہ طریقہ تربیت ہے کہ کسی مصروف کو دیکھ کر اسے کیسے اپنی جانب متوجہ کیا جائے کہ وہ شخص اس مداخلت سے پریشان نہ ہو اور اپنا مدعا بھی بیان کر دیا جائے۔ حسنِ سلوک میں بچوں کے ساتھ لاڈ پیار کرنا، اُن کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا اور اُن پر شفقت ومہربانی کرنا ہے۔ والدین جب بچوں کو راضی رکھیں گے اور ان کے ساتھ اچھا رویہ رکھیں گے تو وہی بچے معاشرے کے بہترین فرد بن کر والدین کے لیے عزت کا باعث بنتے ہیں۔

چہارم: جزاوسزا کا مناسب طریق

بچے فطرتاً شرارتی ہوتے ہیں۔ اگر کسی جگہ کچھ بچے اکٹھے ہو جائیں تو وہ شرارتیں اور لڑائی جھگڑا کرتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں عجب طرز زندگی اور ماحول بچوں کو میسر ہے۔ ماں باپ بچوں کو کسی قسم کی روک ٹوک نہیں کرتے اور بچے بھی اپنی من مانی کرتے نظر آتے ہیں۔ اگر بچے غلط کام کرتے ہیں تو والدین انہیں روکتے نہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بچے ان غلط کاموں پر اٹک جاتے ہیں جو والدین کے لیے نقصان کا باعث بنتے ہیں۔ اگر ماضی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ والدین بھی اپنی اولاد سے محبت کرتے تھے لیکن ان کی محبت میں تدبیر اور حکمت ہوتی تھی۔ آج کل بچے جس طرح سے بھی حرکتیں کریں اس میں والدین کی روک ٹوک نہیں ہوتی بلکہ ان کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ بچے اس عمر میں ایسے کام کرتے ہیں اور انہیں یہ کام کرنے دیے جائیں لیکن یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔ والدین اولاد کی تعلیم و تربیت پر معمور ہیں اور اس بات کے جواب دہ ہیں اس لیے وہ بچوں کو اچھائی اور برائی سے واقفیت دیں۔ انسان کے اندر اچھائی اور برائی کا مادہ موجود ہے بس اس نے اپنی سمت کا تعین کرنا ہوتا ہے۔ اسی مناسبت سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ۔[6]

اور ہم نے اسے دونوں راستے دکھا دیے۔

اس آیت میں واضح بتا دیا گیا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ انسان کو اچھائی اور برائی میں تمیز سکھاتا ہے۔ والدین اگر جانتے ہوئے بھی کہ بچے برائی کر رہے ہیں اور انہیں نہ روکیں تو خدا تعالیٰ کی نظروں میں گنہگار ہوں گے۔ اگر بچے ناسمجھ ہیں تو اس کے برعکس والدین سمجھ دار ہیں انہیں چاہیے کہ اگر بچے خلاف معمول کام کرتے ہیں تو وہاں سزا دینی مقصود ہو تو انہیں سزا دیں اور اگر ان کی حوصلہ افزائی کرنے کا وقت ہے تو ان کی حوصلہ افزائی کریں اور انعام دیں۔ اس کا یہ فائدہ ہو گا کہ بچے سمجھ سکیں گے کہ ان کے لیے کیا اچھا ہے اور کیا بُرا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ نیکی اور اچھائی کا جذبہ پروان چڑھے گا برائی کے عملی کی حوصلہ شکنی ہو گی۔

والدین اور اساتذہ بچوں کی غلطی کی صورت میں حالات کا ادراک کیے بغیر سزا ہی کو واحد حل تصور کرتے ہیں۔ اسلام نے سزا دینے سے متعلق بھی ہدایات کی ہیں کہ سزا دینی ضروری ہو تو کن باتوں کو مدِ نظر رکھ کر سزا دی جائے۔ ابو بکر احمد بن الحسین اپنی کتاب الآداب میں حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سرپرست جب غصہ میں ہو تب وہ نہ کسی کو سزا دے اور نہ ہی کوئی فیصلہ کرے بلکہ چند گھونٹ پانی پی کر وہ جگہ چھوڑ دے۔ جب ایسا کرے گا تو اس کا غصہ ختم ہو جائے گا اور پھر ٹھنڈے دماغ سے فیصلہ کرے۔ اگر سزا دینی مقصود ہو تو وہ اس قدر سزا دے کہ جسم پہ کہیں نشان نہ بنے اور نہ ہی کوئی زخم ہو۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ وہ کسی بھی بڑے نقصان سے بچ جائے گا۔[7]

پنجم: اسراف و بخل سے پرہیز

بخل اور اسراف دونوں ہی ایسے عمل ہیں جو خدا تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچوں کو اسراف اور بخل سے واقف کرائیں کہ یہ دونوں عوامل انسان کے لیے دینی اور دنیاوی لحاظ سے بہت نقصان دہ ہیں۔ اسراف سے مراد حد سے زیادہ خرچ کرنا اور بخل سے مراد کنجوسی یا جائز ضروریات کے لیے بھی مال خرچ نہ کرنا ہے۔ اسلام میں فضول خرچی کو اسراف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسراف و تبذیر یہ ہے کہ انسان اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرے۔ مال خدا تعالیٰ کی اطاعت کا ذریعہ ہے اور جو لوگ مال کو بے مقصد چیزوں میں خرچ کرتے ہیں وہ شیطان کو خوش کرتے ہیں اور رحمٰن کی ناراضگی کا باعث بنتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ ۖ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا۔[8]

بیشک فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے۔

اس آیتِ مبارکہ سے فضول خرچی کے بارے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو بغیر کسی وجہ کے مال کا ضیاع کرنے والے ناپسند ہیں۔ جو فضول خرچی کرنے والا ہے اسے واضح طور پر شیطان کا ساتھی کہا گیا ہے۔ شیطان کا ساتھی ہونا مطلب گناہوں پر ڈٹ جانے والا اور کسی قسم کی دل میں نرمی نہ رکھنے والا مراد لیا جاتا ہے۔ جہاں فضول خرچ کے بارے میں بیان آیا ہے وہیں بخیل کے بارے بھی سخت کلمات کہے گئے جو مال کو خرچ نہیں کرتے بلکہ بچا کر رکھتے ہیں۔ بخیل کے حوالہ سے قرآن مجید میں یوں بیان ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۔[9]

اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہر گز اسے اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہو گا اور اللہ ہی وراث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمھارے کاموں سے خبر دار ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کو جو کچھ عطا کرتا ہے وہ اسے اپنے اوپر اور اہل وعیال پر خرچ کریں یہ نہ ہو کہ وہ اسے بچا بچا کر رکھیں۔ اگر وہ اس مال کو بچا کر رکھیں گے تو اس کا نقصان دنیا میں تو ہو گا ہی لیکن آخرت میں وہی مال اللہ تعالیٰ عذاب کی صورت میں ان کے گلے میں ڈال دے گا جو ان کے لیے پریشانی کا باعث بنے گا۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اولاد کو میانہ روی سکھائیں اور بخل و اسراف سے پرہیز کریں۔ عصرِ حاضر میں والدین کے لیے یہ ضروری ہے کہ بچوں کی اس طرح سے پرورش کریں کہ وہ مال و دولت کو میانہ روی سے خرچ کر سکیں۔ اگر اللہ نے دولت سے نوازا ہے تو اس کا دکھاوا کرنے کے بجائے اسے محفوظ رکھیں۔ جہاں انتہائی ضرورت ہو وہاں استعمال کرنے کی بجائے کنجوسی کا مظاہرہ نہ کریں۔ چیزوں کو میانہ روی سے استعمال کیا جائے اور جہاں مناسب ہو وہاں اپنی ضروریات پوری ہونے کے بعد مستحق لوگوں کی خدمت بھی جائے۔ اس رحم دلی اور خدمتِ خلق کا فائدہ یہ ہو گا کہ یومِ محشر بخشش ذریعہ بن جائے گا۔

ششم: جسمانی تربیت

بچوں کی ذہنی اور جسمانی تربیت بہت ضروری ہے۔ بچوں کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا اور مجالس میں جانا اُس وقت بہتر ہو گا جب ان کی جسمانی تربیت بہتر انداز سے کی جائے گی۔ والدین بچوں کو باقاعدہ طور پر ورزشیں کروائیں اور چلنے کی عادت ڈالیں۔ اگر بچوں میں کوئی جسمانی نقص ہو گا تو وہ دور ہو جائے گا اور ورزش کرنے سے جسم میں مزید نکھار آئے گا۔ بچوں کی جسمانی ساخت بہتر ہو گی اور معاشرہ میں ایک صحت مند فرد کے طور پر سامنے آئیں گے۔ جب بچہ جسمانی طور پر اپنی صحت بہتر بنائے گا تو خود بخود ذہنی طور پر بھی تندرست ہو گا۔ جسمانی تربیت کے بہت زیادہ فوائد ہیں جن میں سے درج ذیل ہیں:

- ماحول سے آشنائی۔
- زندگی کے تجربات کا حصول۔
- مہارتوں کا حصول۔
- جسمانی اعضاء کا درست استعمال۔
- ردعمل کی صلاحیت کی پرورش اور محبت و شفقت کا حصول۔
- سستی اور تھکاوٹ کا خاتمہ۔

- معاشرتی روابط سے آگاہی۔
- انفرادی واجتماعی زمہ داریوں سے آگاہی۔[10]

جسمانی لحاظ سے طاقتور بچے کو دین اسلام بھی پسند کرتا ہے۔جو بچہ طاقتور ہو گا وہ مشکل حالات میں کمزور مسلمانوں کی جسمانی مدد کر سکے گا۔بچوں کو اس قدر جسمانی طاقت کی تعلیم دینی چاہیے کہ وہ اپنے عقیدے ،دین اور بدن میں ہر لحاظ سے طاقتور ہوں۔طاقتور مسلمانوں سے متعلق حدیث مبارکہ یوں ہے:

الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ ۔[11]

طاقتور مومن اللہ کو کمزور مومن سے زیادہ پسند ہے۔

اس حدیث میں مومنوں کی صفات بیان کی گئی ہیں کہ مومن سب ہی بہتر ہیں لیکن سب سے بہترین مومن وہ ہے جو جسمانی لحاظ سے مضبوط ہے۔جب ایک غیر مسلم مسلمانوں سے جنگ کے دوران کمزور شخص کو دیکھے گا تو اس کا حوصلہ بلند ہو گا لیکن اس کے برعکس جب ایک جسمانی طور پر صحت مند اور طاقتور مومن کو دیکھے گا تو اس کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور اسے اپنی ناکامی یقینی لگے گی۔جو مسلمان جسمانی لحاظ سے طاقتور ہو گا وہ عبادت بھی زیادہ کرے گا اور کمزور مومن زیادہ عبادت بھی نہیں کر سکتا ہر وقت چست رہے گا اور باقی معاملات بھی بہتر طور پر سرانجام دے گا۔والدین اولاد میں یہ جسمانی طاقت اس وقت لا سکیں گے جب اس کی ورزشوں کے ساتھ ساتھ اس کی غذا بھی اچھی ہو گی۔

ہفتم:بچوں کی تعلیم کا آغاز

دین اسلام علم کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔علم ایک ایسی روشنی ہے جس سے وہ شخص بھی منور ہوتا ہے جس کے سینے میں علم جیسا نور ہو اور اس کے علاوہ اس سے منسلک لوگ بھی فیض یاب ہوتے ہیں۔علم کو روشنی اور جہالت کو اندھیرے سے تشبیہ دی گئی ہے۔علم ایک چراغ ہے جس سے سارا جہان چاروں سمت منور ہوتا ہے۔رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول ہی علم کی فضیلت والی آیات سے ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۖ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا۔[12]

تو وہ اللہ بہت بلند ہے جو سچا بادشاہ ہے اور آپ کی طرف قرآن کی وحی کے ختم ہونے سے پہلے قرآن میں جلدی نہ کرو اور عرض کرو:اے میرے رب!میرے علم میں اضافہ فرما۔

اس آیت میں علم کے حصول کے لیے ابھارا گیا ہے اور یہ بھی ترغیب دی گئی ہے کہ علم کے حصول میں جلد بازی کی بجائے آرام سے اور تھوڑا تھوڑا سمجھ کر حاصل کیا جائے۔اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ جب آرام سے سمجھ کر علم حاصل کرے گا تو وہ اس کے لیے نافع علم ہو گا۔ہر فرد خدا سے دعا کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اسے نافع علم عطا کرے اور بچوں کو بھی اس بات کی ترغیب کریں اور حصولِ علم کی دعائیں بھی سکھائیں۔دینی اور دنیوی علوم کا حصول موجودہ دور میں انتہائی ضروری ہے۔دنیاوی علوم کے بغیر انسان رہ سکتا ہے لیکن دینی علوم کے بغیر دنیا و آخرت میں کامیابی ممکن نہیں ہے۔موجودہ دور جو کہ دینی علوم سے دوری کا دور ہے اس میں اشد ضرورت ہے کہ بچوں کو دینی علوم سے متعارف کروائیں تاکہ ان کا دین اور دنیا دونوں سنور جائیں۔اسی مناسبت سے محمد بن جمیل اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

ہم سب پر لازم ہے کہ اگر ہم اپنی اولاد کو نیک دیکھنا چاہتے ہیں تو انہیں دینی تعلیم سے آشنا کرانا چاہیے۔انہیں قرآن و حدیث کا علم سکھانا چاہیے اور انہیں سیرت النبی ﷺ سے واقفیت بھی دلانی چاہیے۔اس کام کے لیے

جہاں تک ممکن ہو انہیں مدارس میں داخل کرانا چاہیے۔[13]

موجودہ دور جو کہ جدیدیت اور ٹیکنالوجی کا دور ہے اس میں والدین اگر دینی علوم سے وبستہ ہیں تو وہ کسی حد تک اولاد کے لیے قرآنی و نبوی علوم کے حصول کا ذریعہ بناتے ہیں۔ جو والدین بالکل ہی دنیاوی معاملات میں مشغول اور دینی علوم سے کوسوں دور ہو چکے ہیں وہ نہ خود دین کے ہو سکے اور نہ ہی ان کی نسل دین سے منسلک ہو سکے گی۔ اس لیے ان والدین کے لیے ضروری ہے جو دینی علوم سے واقف نہیں وہ خود بھی اسلامی تعلیمات سیکھیں اور بچوں کو بھی سکھائیں۔ اسلامی معاشرے کا حصہ ہونے کے ناطے بچوں کی تعلیم وتربیت کا آغاز ہی قرآن مجید سے ہونا چاہیے اور اس کے بعد حدیث مبارکہ سے بچوں کو متعارف کرایا جائے۔ قرآنی آیات کے معنی اور تفسیر سے واقفیت بھی دلائی جائے تاکہ بچے قرآنی تعلیمات سے بھی واقف ہو سکیں۔ بچوں کی تعلیم کے حوالہ سے ڈاکٹر حبیب اللہ لکھتے ہیں:

> بچے کے ذہن کو علوم شریعہ، علمی وعصری تہذیب، ثقافت اور فکری و نفسیاتی سوجھ بوجھ پر مبنی ایسی نفع بخش چیزوں سے آراستہ کیا جائے جو اس کے افکار میں پختگی پیدا کریں اور علمی و ثقافتی لحاظ سے کامل و مکمل انسان بنادیں۔ یہ ایک اہم ذمہ داری ہے جس کے ذریعہ اسے سمجھ دار اور ترقی و تعلیم یافتہ بنانا ہے۔[14]

ہشتم: اخلاق و کردار

اخلاقی تربیت میں وہ تمام اخلاقی بنیادیں شامل ہیں جنہیں حاصل کرنا، سیکھنا اور اپنے اندر پیدا کرنا ہر فرد کے لیے ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ کا خوف اچھے کاموں کو قبول کرنے کی بنیادی وجہ ہے اور اگر خدا تعالیٰ کا خوف دل میں نہ ہو تو فرد اچھائیوں سے دور ہو جاتا اور برائیوں میں پڑ جاتا ہے۔ والدین اور اساتذہ کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ وہ مستقبل کے معمار تیار کر رہے ہیں جنہیں آگے چل کر والدین اور اساتذہ کا کردار ادا کرنا ہے۔ اساتذہ کی جو ذمہ داری لگائی گئی ہے وہ انبیاء کرام کی ذمہ داری سے مماثلت رکھتی ہے۔ بچوں سے محبت رکھی جائے اور دل میں اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ قیامت والے دن خدا تعالیٰ ان سے بچوں کے بارے حساب کتاب کرے گا۔ احادیث مبارکہ میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ:

> كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ، وَالْأَمِيرُ رَاعٍ ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔[15]
>
> تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ حاکم (امیر) نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے، مرد اپنے گھر والوں پر نگہبان ہے اور ان کے بارے میں جواب دہ ہے، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد پر نگہبان ہے اور ان کے بارے میں جواب دہ ہے۔ پس تم سب نگہبان ہو اور تم سب اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہو۔

اس حدیث مبارکہ میں موجود احکام کا مفہوم یہ ہے کہ ہر بندہ اپنی رعایا کے حوالہ سے جوابدہ ہے۔ والدین اپنی اولاد کے معاملہ میں خدا کے حضور جواب دیں گے۔ اسی لیے والدین کو چاہیے کہ تعلیم وتربیت میں اولاد کو اچھے اخلاق کی تربیت دیں۔ کسی بھی فرد کی کامیابی کا راز اس کے اخلاق میں ہے۔ دین اسلام ابتداء میں جہاں تلوار کے ذریعہ پھیلا وہیں اخلاقیات نے بھی اپنا کردار ادا کیا ہے۔ اخلاق دین اسلام کا لازمی حصہ ہیں۔

گھر جہاں بچوں کی پرورش کی شروعات ہوتی ہیں اگر وہاں والدین اور دیگر افراد ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور حسن سلوک سے پیش آنے والے ہوں گے تو بچوں میں نرمی کے اثرات اور اچھے اخلاق پیدا ہوں گے۔ والدین اولاد کی تربیت میں اگر اسلامی طور

طریقوں کو اپنائیں گے تو ایسے بُرے نتائج سے بچا جا سکتا ہے جو معاشرے میں بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔ اچھے اخلاق اور اچھی تربیت کی وجہ سے بچے ایسی بُرائیوں سے دور ہو جاتے ہیں جن کا تعلق نفسانی خواہشات، جھوٹ بولنا، چوری کرنا، گالی دینا، بدزبانی کرنا، بری صحبت اور بے راہ روی میں پڑنا شامل ہیں۔ اسی حوالہ سے ڈاکٹر محمد حبیب اللہ لکھتے ہیں:

> والدین کو حسن اخلاق اور اسلامی آداب پر عمل کر کے بچوں کے لیے نمونہ اور مقتدی بننا چاہیے، قرآن بھی کہتا ہے کہ در گزر کریں اور حسن اخلاق سے کام لیں۔ والدین کو تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں اپنے فریضے کو ادا کرنا چاہیے اور یہ یاد رکھیں کہ اگر اخلاقی تربیت میں کوتاہی کی تو بچے آزاد، بے راہ روی کا شکار اور بد اخلاق بنیں گے۔ [16]

بچہ فضائل اخلاق اور رزائل اخلاق والدین سے ہی سیکھتا ہے۔ بچے کے بنانے اور بگاڑنے میں سارا کردار والدین کا ہی ہوتا ہے۔ اچھی عادات معاشرے میں اچھائی کے فروغ کا باعث بنتی ہیں جبکہ بری عادات معاشروں کو تباہ وبرباد کر دیتے ہیں۔ دین اسلام انہی رزائل اخلاق سے انسان کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ ان کے اثرات بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ بچے بری عادات اور برے کاموں میں تب ہی پڑتے ہیں جب ان کی تربیت کے معاملہ میں سرپرست توجہ نہیں دیتے۔ وہ بچوں کو روک ٹوک اور سمجھانے کا کام نہیں کرتے بس پیدا کر کے معاشرے میں افراد کی تعداد بڑھاتے ہیں۔ یہ ایک انتہائی غلط عمل ہے اور ایسے والدین کا یوم محشر بچوں کے معاملہ میں بڑا سخت حساب کتاب ہو گا۔

بچوں میں نیکی اور بدی کے اوصاف والدین ہی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے والدین کے رجحانات ہوتے ہیں اولاد بھی انہی کے نقشِ قدم پر چلتی ہے۔ سرپرستوں کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ بچوں کو ایسے کاموں سے دور رکھیں جن میں جھوٹ، خیانت، چغلی، بغض، والدین کی نافرمانی، قطع رحمی، بزدلی اور خود غرضی شامل ہیں۔ فضائل اخلاق کے حوالہ سے محمد بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کی تربیت تقویٰ، بردباری، سچائی، امانت، پاکدامنی، صبر، نیکی، صلہ رحمی، جہاد اور علم پر کریں۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائیں۔ [17]

نہم: قول وعمل میں سچائی

سب سے پہلے سیکھنے سکھانے کا عمل گھر سے شروع ہوتا ہے۔ اگر والدین گھر میں رہ کر ایک دوسرے کے ساتھ سچ بات کہیں گے اور سچ سنیں گے تو بچے بھی ویسے ہی سچائی پر قائم رہیں گے تو بچوں کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ سچ کہیں اور سنیں۔ بچوں کو قول وعمل میں سچائی کا عادی بنانا والدین کی ذمہ داری ہے۔ بچوں کے سامنے مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیے جب بچوں سے وعدہ کریں تو اس وعدہ کو پورا کریں۔ اس بارے رسول اللہ ﷺ کا فرمان یوں راہنمائی کرتا ہے:

> حَدَّثَنَاعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّهُ قَالَ: دَعَتْنِي أُمِّي يَوْمًا وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺقَاعِدٌ فِي بَيْتِنَا، فَقَالَتْ: هَا تَعَالَ أُعْطِيكَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: وَمَا أَرَدْتِ أَنْ تُعْطِيهِ، قَالَتْ: أُعْطِيهِ تَمْرًا، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كَذِبَةٌ ۔ [18]
>
> عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ایک دن میری ماں نے مجھے بلایا جبکہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے۔ ماں نے کہا: آؤ، میں تمہیں کچھ دوں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو کیا دینا چاہتی تھیں؟ انہوں نے کہا: میں اسے کھجور دینا چاہتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار! اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو تمہارے نام پر ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔

اس واقعہ سے سبق اخذ ہوتا ہے کہ والدین کے قول و عمل میں صداقت ہونی چاہیے۔اسی لیے والدین عادت بنائیں کہ جھوٹ نہ بولیں اور ہمیشہ سچ کا دامن تھامیں تاکہ ان کے بچے گناہوں سے بچ سکیں۔اگر والدین بچوں کے ساتھ جھوٹ بولیں گے یا کوئی ایسا کام کہیں گے جس کام کو وہ خود انجام نہیں دیتے تو ایسی صورت میں بچوں کی نظر میں والدین کا کردار شکوک و شبہات میں گھر جاتا ہے۔بچے والدین کے باتیں ماننے کی بجائے شک کرتے ہیں کہ والدین کی باتوں میں کس حد تک سچائی چھپی ہے۔والدین سے یا اولاد سے کوئی غلطی ہو بھی جاتی ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ اس غلطی پر خدا تعالیٰ سے معافی طلب کریں اور جن سے غلطی کی یا جھوٹ بولا انہیں بھی حقیقت بات بتا کر معافی طلب کرلیں۔اس سے ایک تو اخلاقیات پروان چڑھتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کی نظروں میں بلند مقام ملتا ہے۔چنانچہ مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ بھی صحابہ کرام کے ساتھ ہنسی مذاق فرماتے تھے لیکن سچائی کا دامن نہیں چھوڑتے تھے۔اسی مناسبت سے محمد بن جمیل لکھتے ہیں:

> سچائی ایک بہترین خصلت اور نعمت ہے۔والدین اور استاد کو چاہیے کہ وہ بچوں میں سچائی کا بیج بو دیں اور سچ کی محبت ان کے دلوں میں ڈال دیں اور اس کا عادی بنائیں۔اقوال و افعال میں اس کو عملی صورت دیں۔یہاں تک کہ ان کے ساتھ ہنسی مذاح میں بھی سچ کا دامن پکڑے رکھے۔رسول اللہ ﷺ بھی ہنسی مذاح کرتے تھے لیکن سچ کا دامن تھامے رکھتے تھے۔[19]

بچوں کو جھوٹ سے نفرت دلوانا والدین اور اساتذہ کے ساتھ ساتھ معاشرہ میں بسنے والے ہر ذمہ دار شخص کے لیے ضروری ہے کہ اچھے اخلاق کو فروغ دے۔بچوں کو سچائی کا درس دیں اور جھوٹ کے برے انجام سے ڈرائیں۔اگر بچے جھوٹ کے انجام سے واقف ہوں گے تو وہ اس دلدل سے دور رہیں گے اور اچھائی کے راستہ پہ گامزن رہیں گے۔اس کی انفرادی اور معاشرتی دونوں طرح سے بھلائیاں ہیں۔جب سچائی کا مادہ ہر فرد میں موجود ہوگا تو اس سے معاشرہ فسادوں اور غلط معلومات سے پاک رہے گا۔

دہم: اولاد و والدین کے تعلق کی مضبوط بنیاد

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بہت سے رشتوں سے نوازا ہے۔جہاں اللہ تعالیٰ نے ایسے رشتے بنائے ہیں وہیں ان کے حقوق و فرائض بھی متعین کیے ہیں۔ان سب کے حقوق ادا کرنے ضروری ہیں لیکن کچھ ایسے رشتے ہیں جن کے مقابل اور کوئی رشتہ نہیں ہے۔والدین کے حق کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی آیت مبارکہ میں یوں بیان کیا ہے:

> وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا ۔[20]
>
> اور ان کے لیے نرم دلی سے عاجزی کا بازو جھکا کر رکھ اور دعا کر کہ اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

آیتِ مبارکہ میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اولاد والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ان کے سامنے عاجزی اور شفقت سے رہیں۔والدین اگر دنیا سے کوچ کر گئے ہیں تو ان کے لیے ہر لمحہ دعائیں کریں اور اس وقت کو یاد کریں جس مشکل وقت میں انہوں نے مشکلیں اٹھا کر اولاد کی تعلیم و تربیت کی تھی۔اولاد جب بھی کوئی نیکی کا عمل کرتی ہے تو اس کے نیک اعمال کا حصہ والدین کو خود بخود پہنچتا رہے گا لیکن جب اولاد والدین کے حق میں بخشش کی دعا کرے گی تو وہ عمل اللہ تعالیٰ بہت زیادہ پسند آئے گا۔

والدین کے احسانات میں سے والدہ کی مشکلات کو دیکھا جائے تو وہ زیادہ ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ماں سے حسنِ سلوک کا حکم بھی زیادہ تاکید سے وارد ہے۔حدیث رسول ﷺ ہے کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ :أُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ : ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ : ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ : ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ : ثُمَّ أَبُوكَ۔[21]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میری بہترین صحبت کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تیرا باپ۔

اس میں سب سے پہلے والدہ کی اطاعت اور اس کے بعد والد کی اطاعت و حسن سلوک کا حکم دیا۔ اس حدیث کو بنیاد بنا کر کوئی فرد یہ نہ سمجھے کہ اگر والدہ کا زیادہ حق ہے تو والد کے ساتھ جیسا سلوک مرضی کرے اس سے پوچھ نہیں ہو گی بلکہ والد اور والدہ دونوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ اولاد کو چاہیے کہ وہ والدین کا ادب و احترام، ان کی خدمت، اطاعت اور ان پر اپنا مال خرچ کریں اور انکی رضا و خوشنودی میں اللہ تعالی کی رضا و خوشنودی تلاش کریں۔ اگر ایسا عمل کریں گے تو والدین بھی اولاد سے خوش ہوں گے جس کے نتیجہ میں قرب الٰہی کا حصول ممکن ہو گا۔

حاصل بحث

اسلام میں اولاد کی تعلیم و تربیت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور قرآن و سنت نے والدین کو اس حوالے سے واضح اصول عطا کیے ہیں۔ بچوں کی شخصیت سازی کا آغاز عبادات کی تربیت سے ہوتا ہے تاکہ ان کے اندر ایمانی وابستگی اور روحانی سکون پیدا ہو۔ اسی طرح والدین پر لازم ہے کہ وہ اولاد کے ساتھ مساوی سلوک کریں تاکہ حسد، محرومی اور منفی رجحانات جنم نہ لیں۔ بچوں کے ساتھ شفقت و نرمی ان کے اعتماد اور ذہنی سکون کے لیے ہے جبکہ جزا و سزا کا متوازن استعمال ان میں نظم و ضبط اور ذمہ داری کا احساس بیدار کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو دوسروں کے حقوق کا احترام سکھائیں اور انہیں صبر، شکر، عفو و درگزر اور سخاوت جیسے اخلاقی اوصاف کی تربیت دیں تاکہ وہ معاشرے کے مفید فرد بن سکیں۔ موجودہ دور میں جب سماجی و تعلیمی تغیرات اور ٹیکنالوجی کی یلغار نے تربیتِ اولاد کو مزید مشکل بنا دیا ہے تو یہ اصول اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ اگر والدین قرآن و سنت کی روشنی میں ان ہدایات کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کریں تو ایک ایسی معتدل اور صالح نسل پروان چڑھ سکتی ہے جو نہ صرف اپنے والدین کے لیے باعثِ فخر ہو بلکہ معاشرے کی مجموعی فلاح اور امتِ مسلمہ کی سربلندی کا ذریعہ بھی بنے۔

حوالہ جات و حواشی

1 ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، السنن، (بیروت: دار التاصیل، 2015ء)، كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة، رقم الحدیث: 492۔

2 محمد ریاض جمیل، مفتی، **اولاد کی تربیت کیسے کریں؟**، (لاہور: مکتبہ الحسن، 2005ء)، ص 332۔

3 سورۃ النحل 16:58۔

4 سورۃ الشوریٰ 42:49-50۔

5 احمد بن حنبل، الامام، مسند احمد بن حنبل، (بیروت: موسوعۃ الرسالۃ، 1995ء)، رقم الحدیث: 2150۔

6 سورۃ البلد 10:90۔

7 البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین، **کتاب الآداب**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1986ء)، 1/24۔

8 سورۃ الاسراء 27:17۔

9 سورۃ آل عمران 180:3۔

10 محمد ریاض جمیل، **اولاد کی تربیت کیسے کریں؟**، ص 397-398۔

11 مسلم بن حجاج، ابو الحسین القشیری، **صحیح مسلم**، (بیروت: دار التاصیل، 2017ء)، کتاب القدر، باب الإيمان بالقدر والإذعان له، رقم الحدیث: 2856۔

12 سورۃ طٰہٰ 114:20۔

13 محمد بن جمیل، شیخ، **بچوں کی تعلیم وتربیت**، (لاہور: حدیبیہ پبلیشرز، 2004ء)، ص 42۔

14 محمد حبیب اللہ مختار، ڈاکٹر، **مختصر تربیت اولاد اور اسلام**، (کراچی: مکتبہ الحبیب، 1990ء)، ص 100۔

15 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (بیروت: دار التاصیل، 2012ء)، کتاب النکاح، باب المرأة راعية فی بیت زوجها، رقم الحدیث: 5191۔

16 محمد حبیب اللہ مختار، **مختصر تربیت اولاد اور اسلام**، ص 88۔

17 محمد بن ابراہیم، مولانا، **اولاد کی تربیت کیسے کریں؟**، (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2012ء)، ص 68۔

18 ابو داؤد، **السنن**، کتاب الآداب، باب في التشديد في الكذب، رقم الحدیث: 4991۔

19 محمد بن جمیل، **بچوں کی تعلیم وتربیت**، ص 56۔

20 سورۃ الاسراء 24:17۔

21 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الأدب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة، رقم الحدیث: 5975۔

References:

1. Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath, al-Sunan (Beirut: Dār al-Taṣīl, 2015), Kitāb al-Ṣalāh, Bāb Matā Yu'mar al-Ghulām bi-al-Ṣalāh, Hadith No. 492.
2. Muḥammad Riyāḍ Jamīl, Muftī, Awlāad kī Tarbiyat Kaise Kareṅ? (Lahore: Maktabah al-Ḥasan, 2005), 332.
3. al-Qur'ān, Sūrat al-Naḥl 16:58.
4. al-Qur'ān, Sūrat al-Shūrā 42:49-50.
5. Aḥmad ibn Ḥanbal, al-Imām, Musnad Aḥmad ibn Ḥanbal (Beirut: Mawsūʿat al-Risālah, 1995), Hadith No. 2150.
6. al-Qur'ān, Sūrat al-Balad 90:10.
7. al-Bayhaqī, Abū Bakr Aḥmad ibn al-Ḥusayn, Kitāb al-Ādāb (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1986), 1/24.
8. al-Qur'ān, Sūrat al-Isrā' 17:27.
9. al-Qur'ān, Sūrat Āl ʿImrān 3:180.
10. Muḥammad Riyāḍ Jamīl, Awlāad kī Tarbiyat Kaise Kareṅ?, 397-398.
11. Muslim ibn al-Ḥajjāj, Abū al-Ḥusayn al-Qushayrī, Ṣaḥīḥ Muslim (Beirut: Dār al-Taṣīl, 2017), Kitāb al-Qadar, Bāb al-Īmān bi-al-Qadar wa-al-Idhʿān Lahu, Hadith No. 2856.
12. al-Qur'ān, Sūrat Ṭā Hā 20:114.
13. Muḥammad ibn Jamīl, Shaykh, Bachchoṅ kī Taʿlīm wa Tarbiyat (Lahore: Ḥadībiyah Publishers, 2004), 42.
14. Muḥammad Ḥabīb Allāh Mukhtār, Daktūr, Mukhtaṣar Tarbiyat-e-Awlād aur Islām (Karachi: Maktabah al-Ḥabīb, 1990), 100.
15. al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ (Beirut: Dār al-Taṣīl, 2012), Kitāb al-Nikāḥ, Bāb al-Marah Rāʿiyah fī Bayt Zawjihā, Hadith No. 5191.
16. Muḥammad Ḥabīb Allāh Mukhtār, Mukhtaṣar Tarbiyat-e-Awlād aur Islām, 88.

17. Muḥammad ibn Ibrāhīm, Maulānā, Awlāad kī Tarbiyat Kaise Kareṅ? (Lahore: Maktabah Islāmiyyah, 2012), 68.
18. Abū Dāwūd, al-Sunan, Kitāb al-Ādāb, Bāb fī al-Tashdīd fī al-Kadhb, Hadith No. 4991.
19. Muḥammad ibn Jamīl, Bachchoṅ kī Taʿlīm wa Tarbiyat, 56.
20. al-Qur'ān, Sūrat al-Isrā' 17:24.
21. al-Bukhārī, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Adab, Bāb Man Aḥaqqu al-Nās bi-Ḥusn al-Ṣuḥbah, Hadith No. 5975.